حرفِ آغاز   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدمت سب کی کی جائے

سید جلال الدین عمری

اس دنیا میں ایسے انسان بھی ملیں گے جن کے سامنے صرف اپنی ذات ہوتی ہے۔ وہ ہر کام میں اپنا مفاد دیکھتے ہیں، کسی دوسرے کے مفاد سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لیے جیتے ہیں اور یہی اغراض زندگی بھر ان کی ساری تگ و دو کا مرکز بنی رہتی ہیں۔ اس طرح کے افراد معاشرہ کے لیے مفید نہیں ثابت ہوتے، ان سے نفع کی توقع مشکل ہی سے کی جاسکتی ہے۔

بہت سے لوگوں میں خدمت کا تو جذبہ ہوتا ہے لیکن نظر محدود ہوتی ہے۔ انھیں اپنی ذات کی طرح بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی بیوی بچوں، خاندان اور قبیلہ والوں سے تعلق خاطر ہوتا ہے۔ لیکن یہی تعلق دوسرے وسیع تعلقات کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ان کے سامنے صرف اپنے قریب ترین افراد کا مفاد ہوتا ہے، ان ہی کی فلاح و بہبود کے بارے میں وہ سوچتے ہیں اور ان ہی کی خدمت میں شب و روز لگے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کے سود و زیاں سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوتا اور انھیں فائدہ پہونچانے کے لیے دوسروں کو نقصان پہونچانے سے بھی وہ دریغ نہیں کرتے۔

اسلام نہ تو فرد کی اہمیت کم کرتا ہے اور نہ خاندان اور قبیلہ کو نظر انداز کرتا ہے۔ اس نے دونوں کے حقوق اور ذمہ داریاں واضح کردی ہیں، البتہ وہ خدمت اور بھلائی کا وسیع تصور دیتا ہے۔ وہ یہ احساس بیدار کرتا ہے کہ انسان پر اس کی ذات اور اس کے خاندان ہی کے حقوق نہیں عائد ہوتے بلکہ وہ معاشرہ بھی اپنے حقوق رکھتا ہے جس کا وہ ایک فرد ہے۔ اس معاشرہ کی تعمیر امت کے تصور کے تحت ہوئی ہے۔

اسلام کے ماننے والے تمام افراد ایک امت ہیں۔ ان کے درمیان دینی اخوت پائی جاتی ہے، خونی رشتہ کے بغیر بھی وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ رنگ نسل، زبان اور علاقہ کے اختلاف کے باوجود ان میں کا ہر فرد اپنے حقوق رکھتا ہے۔ وہ چاہے قرابت دار ہو یا نہ ہو،

ہم سایہ ہو یا غیر ہم سایہ - مزدور اور کاریگر ہو یا تاجر اور صنعت کار، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل، اجنبی ہو یا شناسا اس کے یہ حقوق محفوظ ہیں - اسے ان سے محروم نہیں کیا جا سکتا - ان حقوق میں نصح و خیر خواہی، محبت اور ہمدردی، وقتِ ضرورت خدمت، مشکلات میں تعاون اور حسنِ سلوک داخل ہے - اس کی فضیلت ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

من نفّس عن مومن کربۃً من کرب الدنیا نفّس اللّٰہُ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن یسّر علی مُعسرٍ یسّر اللّٰہُ علیہ فی الدنیا والآخرۃ وَاللّٰہُ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ[۱]	جو شخص دنیا میں کسی مومن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا، جو شخص کسی مشکل میں پھنسے ہوئے آدمی کو آسانی فراہم کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی فراہم کرے گا، جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستر پوشی کرے گا - اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے -

اس حدیث میں کسی مسلمان کی مشکلات میں کام آنے اور وقتِ ضرورت اس کے ساتھ تعاون کرنے کا اجر و ثواب بیان ہوا ہے - اسلام نے اس تعاون کو بڑی اہمیت دی ہے وہ پوری امت کو جسدِ واحد کی طرح باہم مربوط دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے کسی بھی عضو کے درد کو پورا جسم محسوس کرے اور اسے دور کرنے کی کوشش کرے[۲]

یہاں ایک خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اس طرح امت کے تصور کو ابھارنے اور

۱ه مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن

۲ه تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ راقم کا مقالہ 'اہلِ ایمان کے باہمی تعلقات'، مطبوعہ ماہنامہ 'زندگی نو' نئی دہلی۔ جنوری ۱۹۸۹ء

اس قدر اس کی خدمت اور فلاح وبہبود پر زور دینے سے قومی جذبات نشو ونما پاتے ہیں اور انھیں تقویت ملتی ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ قومی جذبات جہاں پرورش پاتے ہیں وہاں اس میں شک نہیں کہ قوم کا تشخص باقی رہتا ہے، بڑے پیمانہ پر اس کی خدمت اور اچھی طرح اس کے مفادات کی حفاظت ہوتی ہے۔ لیکن اس سے قومی تعصب اور تنگ دلی بھی ابھرتی ہے۔ آدمی یہی نہیں کہ اپنی قوم کے مفاد کے سوا کسی دوسری قوم کے مفاد کے بارے میں نہیں سوچتا بلکہ اس کے خلاف اس کا ذہن کام کرنے لگتا ہے۔ قومیت کے تصور سے مختلف اقوام کے درمیان دوری پیدا ہوئی ہے، ان کے فاصلے بڑھے ہیں۔ مفادات کے تصادم نے عداوت اور دشمنی کی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ اسلام کے تصورامت سے قومیت کے جذبات ابھریں تو اس کی ستائش نہیں کی جاسکتی۔

اس سلسلہ میں دو باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

ا۔ کسی قوم یا جماعت کے افراد کو اس بات کی ترغیب دینے سے کہ اس کے افراد ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کریں، مشکلات میں کام آئیں اور آپس میں تعاون وہمدردی کا رویہ اختیار کریں، اس کے اندر تعصب ہرگز نہیں پیدا ہوسکتا۔ یہ اس قوم کے ساتھ خیرخواہی کا تقاضا اور اس کی ایسی اخلاقی تربیت ہے جو کسی دوسرے فرد یا جماعت کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کی راہ میں مانع نہیں ہے۔ جس طرح آدمی اپنے خاندان اور قبیلہ کا ہمدرد ہوتے ہوئے پوری قوم کے ساتھ ہمدردی کا رویہ اختیار کر سکتا ہے، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کے اندر اپنی قوم کا بھی درد ہو اور وہ پوری نوع انسانی کے لیے بھی بے چین ہو۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو امت کا ہمدرد بنانے کے ساتھ تمام انسانوں کا بھی ہمدرد بناتا ہے۔ تعصب آدمی کو نفرت اور عداوت سکھاتا ہے۔ جو شخص قومی تعصب میں گرفتار ہو وہ اپنی قوم کے سوا کسی دوسری قوم کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا روادار نہیں ہوتا۔ اسلام اس کے سراسر خلاف ہے۔ اس کے نزدیک خدا کی مخلوق اس کا کنبہ ہے جو ان کی جتنی خدمت کرے وہ اس کا اتنا ہی محبوب ہے۔ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الخلق کلھم عیال اللہِ	مخلوق ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے۔
وَاحبُّھم الیہ انفعھم	اس میں وہ شخص اللہ کو سب سے زیادہ

لِعیالہ[۱] محبوب ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہونچائے۔

۲۔ قرآن مجید نے مسکینوں، محتاجوں، معذوروں، یتیموں اور وسائل سے محروم انسانوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا عام حکم دیا ہے۔ کہیں بھی اس نے یہ ہدایت نہیں کی کہ صرف مسلمانوں یا انسانوں کے کسی خاص گروہ اور جماعت کی خدمت کی جائے اور دوسروں کی نہ کی جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ خدمت پوری نوعِ انسانی کی ہو، اپنوں کی بھی اور غیروں کی بھی، ہم خیال اور ہم عقیدہ افراد کی بھی اور ان لوگوں کی بھی جو ہم سے اختلاف رکھتے ہیں، وہ بھی اس کے مستحق ہیں جو ہماری زبان بولتے ہیں اور وہ بھی جن کے اظہارِ خیال کا ذریعہ دوسری زبان ہے۔ نوعِ انسانی کا ہر فرد اس بات کا حق رکھتا ہے کہ آلام و مصائب میں اسے تنہا تڑپتے نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کے درد و کرب کو محسوس کیا جائے اور امکان کی حد تک اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس لیے کہ رنگ، نسل، قوم اور وطن کے فرق کے باوجود ؎

بنی آدم اعضای یک دیگر آند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند

احادیث میں یہ حقیقت بہت نمایاں ہے۔ ذیل میں چند حدیثیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ حضرت جریر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا یرحم اللّٰہُ من لا یرحم الناس[۲] — اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض — رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے (لہٰذا) زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا

---

[۱] رواہ ابویعلی والبزار باسناد ضعیف (التیسیر بشرح الجامع الصغیر) وعزاہ صاحب المشکوٰۃ الی البیہقی، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔

[۲] بخاری، کتاب التوحید، باب قل ادعوا اللہ الخ مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمۃ الصبیان والعیال الخ

یرحمکم من فی السماء[1] تم پر رحم کرے گا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لن تؤمنوا حتی	تم ہرگز ایمان والے نہیں ہوگے جب
ترحموا	تک کہ تم رحم نہ کرو۔

فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سے ہر شخص رحم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

انہ لیس برحمۃ احدکم	اس سے وہ رحم اور ہمدردی مراد نہیں
صاحبہ ولکن رحمۃ الناس	ہے جو تم میں سے کوئی اپنے قریب کے
العامۃ[2]	آدمی کے ساتھ کرتا ہے۔ یہاں اس رحمت
	عامہ کا ذکر ہے جو تمام انسانوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تنزع الرحمۃ الا من	رحم اور ہمدردی تو اسی شخص کے سینہ
شقی[3]	سے نکال دی جاتی ہے جو بدبخت ہو۔

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس پہونچ کر فرمایا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں بھلا کون ہے اور برا کون؟ آپ کے اس سوال پر سب لوگ خاموش رہے، لیکن جب آپ نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا تو ایک شخص نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد ہو ہم میں بھلا کون ہے اور برا کون؟ آپ نے فرمایا:۔

خیرکم من یرجیٰ خیرہ	تم میں بہترین شخص وہ ہے جس سے
ویؤمن شرہ وشرکم من	خیر کی توقع کی جائے اور جس کے شر سے
لا یرجیٰ خیرہ ولا یؤمن	لوگ محفوظ رہیں اور تم میں بدترین شخص وہ

---

[1] ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ

[2] اخرجہ الطبرانی ورجالہ ثقات۔ فتح الباری: ۱۰/۳۴۷

[3] مسند احمد: ۲/ ۳۰۱۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس۔